تنزیل و تاویل

برزخ کا ایک گوشہ

از جناب مولانا سید سلیمان ندوی

جناب مدیر ترجمان القرآن! ایدک اللہ بنور منہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے رسالہ کی اشاعت ذی قعدہ ۵۳ھ میں تعلیمات قرآن کے مصنف "شہیر" کا ایک دلچسپ مضمون عالم برزخ پر چھپا ہے، جس میں ناظم معارف کے اعتراضات و دلائل کا جواب دیا گیا ہے، لیکن اگر دعووں کا دوبارہ دہرا دینا ہی جواب ہے تو مجھے تسلیم ہے کہ یہ مضمون اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ مصنف شہیر نے اپنی کتاب اور اپنے مضمون کے بعینہ صفحات و الفاظ کسی قدر تغیر کے ساتھ اس مضمون میں نقل کر دیے ہیں، جہاں تک ان گذشتہ دعووں کے اعادہ کا تعلق ہے مجھے معارف کے مضامین کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ اس مضمون میں دو نئی باتیں ہیں جن کا جواب اخلاقاً مجھ پر فرض ہے۔

آیت عرض نار؛ میں نے عذاب برزخ کے ثبوت میں دوسری آیتوں کے ضمن میں یہ آیت پیش کی تھی۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ
النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ
فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (مومن - ۵)

اور آل فرعون کو برے عذاب نے آگھیرا آگ اس پر وہ
صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت کی
گھڑی کھڑی ہو گی (حکم ہو گا) آل فرعون کو اس سے زیادہ
سخت عذاب میں داخل کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کی گھڑی سے پہلے بھی کفار کو صبح و شام کوئی سزا مل رہی ہے جیسے

زیادہ سخت سزا قیامت کے دن دیے جانے کا حکم ہوگا۔

اس آیت پاک کا جو ترجمہ کر کے میں نے استدلال کیا ہے قرآن پاک کا ہر ترجمہ کرنے والا اس کی صحت کا غالباً معترف ہوگا۔ تاہم مصنف مذکور نے فرمایا:۔

> "وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ" میں واو کا ترجمہ "اور" غلط ہے، بلکہ واو کا ترجمہ "یعنی" کرنا چاہیے یعنی اس طرح "آگ جس پر وہ صبح اور شام پیش کیے جائیں گے یعنی قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت ترین سزا میں داخل کرو" (جامعہ)

میں نے جواب میں لکھا:۔

> واؤ کا اس طرح "یعنی" ترجمہ ہونا میں تحدی کرتا ہوں کہ نحو کے کسی قاعدہ سے ثابت کیا جائے۔ (معارف ۳۴ ۔ صـ۴)

اس تحدی کے جواب میں جناب مصنف نے یہ کیا کہ اپنی کتاب میں صفحہ بدل کر اپنا ترجمہ میرے ترجمہ کے مطابق درست کر لیا چنانچہ ترجمان القرآن کے اس مضمون میں بھی اُس ترجمہ کو میرے ہی ترجمہ کے مطابق انہوں نے پیش کیا ہے۔ اب زور "یعنی" پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ "یُعْرَضُونَ" کا ترجمہ حال کے بجائے مستقبل کیا جائے یعنی "پیش کیے جاتے ہیں" کے بجائے "پیش کیے جائیں گے" اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن اس تقدیر پر حسب ذیل اعتراضات لازم آتے ہیں۔

۱۔ آیت کے دو ٹکڑے ہیں۔

ا۔ وہ آگ پر پیش کیے جائیں گے صبح اور شام۔

ب۔ اور جس دن قیامت کھڑی ہوگی حکم ہوگا کہ اُن کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

اب سوال یہ ہے کہ جب قیامت کے دن اُن کو سخت تر عذاب میں داخل کیے جانے کا حکم ہوگا، تو اس سے پہلے جس آگ پر وہ صبح اور شام پیش کیے جائیں گے وہ کونسا عذاب ہے؟ کہ وہ بڑا ہے

قیامت کا نہیں کیونکہ ابھی اُس کے عذاب کا حکم ہوا نہیں بلکہ قیامت کے پہلے کا عذاب ہوگا، اور قیامت کے پہلے اور قوم فرعون کی ہلاکت کے بعد جو مدت ہے وہی برزخ ہے۔

۲- اگر پہلا ٹکڑا یعنی صبح وشام کا عذاب اور دوسرا ٹکڑا یعنی قیامت میں ان پر سخت تر عذاب ہونے کا حکم، دونوں قیامت ہی سے متعلق ہوتے تو آیت کے ان دونوں ٹکڑوں کی ترتیب الٹی ہوتی، یعنی یوں۔

"جس دن قیامت کھڑی ہوگی (حکم ہوگا) کہ ان کو سخت تر عذاب میں داخل کرو، (چنانچہ اس کی تعمیل یوں ہوگی) کہ وہ آگ پر صبح وشام پیش کیے جائینگے"

مگر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا۔

۳- اگر پہلا ٹکڑا صبح وشام میں آگ پر پیش کیے جانا قیامت سے متعلق ہو تو لازم آئیگا کہ قیامت میں دوزخ کا عذاب کافروں کو مسلسل نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً ہوگا یعنی صبح وشام۔ اور یہ تصریحاتِ قرآنی کے خلاف ہے؛ اس کی نسبت تو بار بار تصریح ہے کہ "لَا يُفَتَّرُ" اور "لَا يُخَفَّفُ" ایک سکنڈ کے لیے بھی موقوف نہ ہوگا، اور کم نہ کیا جائے گا۔

اس اعتراض کے دفع دخل کے لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ صبح وشام سے مراد دوام ہے جس طرح جنت کے لیے قرآن نے کہا ہے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔ اور ان جنتیوں کے لیے اس میں ان کی روزی ہے صبح اور شام۔ (۱۹ : ۴)

کیونکہ یہ آیت اہل جنت کے کھانے کے متعلق ہے، کہ جنت میں ان کو صبح وشام کھانا ملتا رہیگا، چونکہ انسان عموماً اور اہل عرب خصوصاً صبح کو اور شام کو کھانا کھاتے ہیں اس لیے اس عرفِ عام اور محاورۂ عام کی بنا پر جنت کے متعلق یہ کہا گیا ہے۔ ورنہ قرآن کی تصریح ہے کہ ہر وقت اہل جنت

جو چاہیں گے کھائیں گے۔ اس دوام کا یہ مفہوم نہیں کہ اہل جنت کا منہ حکماً ہر وقت چلتا رہے گا اور ایک سکنڈ بھی ان کا کھانا موقوف نہ ہوگا، اگر یہ دوام ہو تو پھر تو جنت بھی دوزخ ہو جائے۔

لیکن جو دوام اہل دوزخ کے لیے ہے وہ یہ نہیں ہے کہ عذاب اپنی جگہ پر ہمیشہ تیار رہیگا اور جب ان کا جی چاہے گا دو چار وقت دوزخ کی بھی سیر کر آئیں گے، جس طرح اہل بہشت کے لیے دوزخ کا دوام ہے کہ کھانے اور پھل اپنی جگہ ہمیشہ تیار رہیں گے، اہل بہشت کا جی جب چاہے گا کھا لیں گے۔

۴۔ آیت زیر بحث میں ایک جگہ عذاب، اور دوسری جگہ اشدالعذاب ہے اَشَد اسم تفضیل ہے وہ مفضل منہ کو چاہتا ہے یعنی کسی سے بڑھ کر۔ اب اگر پہلا ٹکڑہ بھی قیامت کے عذاب سے متعلق ہو جیسا کہ مدعی چاہتے ہیں تو دوزخ سے بڑھکر اشد عذاب اور کہاں ہوگا؟ اس سے معلوم ہوا کہ پہلا ٹکڑا عذاب برزخ سے متعلق ہے جہاں صرف صبح و شام کا سوء العذاب ہے۔ اور دوسرا قیامت کے دن ہوگا۔ جہاں اس پہلے عذاب سے بڑھکر ہمہ وقت کا سخت عذاب ہوگا۔ اور اس طرح یہ آیت با ہر طرح سے بامعنی ہوگی۔؟

ان وجوہ سے آیت بالا کا صحیح ترجمہ یہی ہے:۔

"اور آل فرعون کو بُرے عذاب نے آ گھیرا۔ آگ۔ وہ صبح و شام اس پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جب دن قیامت کی گھڑی کھڑی ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو اس سے زیادہ سخت عذاب میں داخل کر دو"

اس آیت میں بکمال تصریح دو عذابوں کا ذکر ہے، ایک قیامت سے پہلے جس میں وہ بالفعل مبتلا ہیں اور جو صرف صبح و شام ہے۔ اور اس میں دوزخ پر پیش ہونا ہے اور جو صرف سوء عذاب ہے۔ دوسرا وہ جس کا حکم قیامت کے دن ہوگا اور جو ہمہ وقت ہوگا۔ اور جو اشد العذاب، اور اس

پہلے عذاب سے بڑھکر ہوگا۔

فردًا اور فرادیٰ دوسری آیت معارف نے عذاب برزخ کے ثبوت میں پیش کی تھی۔

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ
الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ
اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ
وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ
ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا (۱۱:۶)

اور اگر تو دیکھے جب گنہگار موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوتے ہیں نکالو اپنی جانیں، آج تم ذلت کا عذاب دیئے جاؤگے اس لیے کہ تم اللہ پر وہ بات کہتے تھے جو سچ نہ تھی، اور تم اللہ کی آیتوں سے غرور کرتے تھے، اور بے شک تم ہمارے پاس ایک ایک کرکے آئے جیسا ہم نے تمکو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اور ہم نے جو تمکو دولت دے رکھی تھی اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے اور تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو ہم نہیں دیکھتے جن کو تم اپنے میں شریک سمجھتے تھے۔

اس آیت کے تین مواقع سے معارف نے استدلال کیا تھا۔

۱۔ اس میں تصریح ہے کہ موت کے وقت ہی سے عذاب کا منظر کچھ سامنے آجاتا ہے۔

۲۔ اس میں تصریح ہے کہ آج کے دن یعنی جس وقت موت واقع ہو رہی ہے رسوائی کا عذاب شروع ہوگیا۔ اور یہی برزخ کا عذاب ہے۔

۳۔ اس میں فرادیٰ کا لفظ ہے یعنی ایک ایک کرکے تم آئے، یہ ایک ایک کرکے آنا موت کا ساتھ ہے نہ کہ قیامت کا، کیونکہ قیامت میں ایک ایک کرکے (یا ایک کے بعد ایک) نہیں آئیں گے، بلکہ فوج در فوج آئینگے جیسا کہ قرآن میں احوال قیامت کے سلسلہ میں بار بار مصرح ہے۔

مصنف ان آیتوں کو قیامت کے دن کا واقعہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان میں قیامت کا ذکر تک

نہیں اور معارف کے مواقع استدلال کا وہ یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ چونکہ موت اور قیامت میں مسافت زمانی نہیں (کما زعم) اس لیے الیوم سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ہمارا جواب یہ تھا کہ الیوم ظرف ہے اس سے وُہی دن مراد ہوگا جس کے فعل کے سلسلہ میں وہ واقع ہے، اس لیے اُس سے وہ زمانہ مراد ہے جو موت کے وقت سے شروع ہوگیا۔ ان دو بیانوں میں سے ایک کے صحیح ہونے کا فیصلہ خود ناظرین آیت بالا کے ترجمہ کو خالی الذہن ہوکر پڑھ کر کر سکتے ہیں۔

فُرادی (ایک ایک کرکے) کے لفظ سے جو ہمارا استدلال تھا کہ ایک ایک کرکے آنا موت کے بعد کا نقشہ ہے نہ کہ قیامت کا اس کے رد میں مصنف مدعی نے قرآن پاک کی دو آیتیں نقل کی ہیں:-

پہلی آیت (حسب نقل مدعی)۔

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا	اور ہم ان کو حشر میں اٹھائیں گے اور ان میں سے
وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا	ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور وہ صف بستہ تیرے
فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۴۸)	رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے، اور (ان سے کہا جائیگا)

کہ تم ہمارے پاس اکیلے آئے جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اس آیت سے حشر کے دن ایک ایک کرکے آنا تو ثابت ہوگیا لیکن صرف "اہل علم" ہی کی دلچسپی کے لیے یہ کہتا ہوں کہ اس آیت کا حوالہ سورہ کہف کی اڑتالیسویں آیت کا دیا گیا ہے ہر خواندہ مسلمان سورہ کہف کی آیت ۴۸ (رکوع ۶) خود اپنی آنکھ سے دیکھے کہ اس میں فرادیٰ کا لفظ سرے سے ہے ہی نہیں۔ بلکہ آیت مذکور یوں ہے:-

لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۴۸) بیشک تم ہمارے پاس آئے جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا

اگر اس آیت میں جو قیامت کے سلسلہ میں ہے خدا کے پاس تنہا اور بے یار و مددگار آنا مذکور ہے تو اس سے یہ استدلال صحیح نہ ہوگا کہ جہاں کہیں خدا کے پاس جانا اور مال و دولت اور اہل و عیال سے چھوٹ جانا۔ قرآن میں مذکور ہے اس سے قیامت ہی کا احوال مقصود ہے کیونکہ موت کے بعد بھی

خدا کے ہاں جانا اور مال و دولت اور اہل و عیال سے چھوٹ جانا مذکور ہے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ وَّ ہرگز نہیں جب جان حلق تک پہنچے اور کہا جائے کہ اب
ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ - وَالْتَفَّتِ السَّاقُ کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا، اور جانے کہ اب ہے
بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ (قیامہ) سب سے چھوٹنا اور پنڈلی پنڈلی میں لپٹ جائے اس دن ہے
تیرے پروردگار کی طرف چلنا۔

یہ کہنا بھی کہ اَوَّلَ مَرَّةٍ "پہلی دفعہ کی پیدائش" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری دفعہ کی پیدائش یعنی قیامت کے موقع کی آیت ہے، صحیح نہیں، کیونکہ دوسری پیدائش کے وقت کی حالت تو انسان نے دیکھی نہیں، اس لیئے اس کی پہلی ہی پیدائش کی تنہائی و بیکسی کا حوالہ دیا جانا قرین بلاغت ہے جس کا مشاہدہ ہر انسان کو ہر وقت ہوتا رہتا ہے، خواہ یہ حوالہ موت کے وقت دیا جائے، یا قیامت میں دونوں کی ایک سی صورت ہے۔

آخر میں معارف کے مدیر حقیر کے ایک استدلال کا رد ان لفظوں میں کیا گیا ہے:-

"مدیر معارف کے استدلال کی بنیاد "فُرادیٰ" کے لفظ پر ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ ایک ایک کر کے لوگ برزخ میں جاتے ہیں، اور قیامت کے دن ایک ایک کر کے نہیں جائیں گے، بلکہ جھنڈ کے جھنڈ جائیں گے اس لیے اس لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ یہ برزخ کا عذاب ہے۔ غالباً انہوں نے قیامت کے دن کے متعلق یہی دیکھا ہے کہ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا یعنی تم جھنڈ کے جھنڈ آؤ گے، اور اس پر نظر نہیں پڑی کہ

كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (٩٦ / ١٩) ان میں ہر ایک قیامت کے دن اکیلا آئے گا۔"

گذارش ہے کہ مدیر معارف نے قرآن میں قیامت کے دن کے متعلق یہ بھی دیکھا ہے اور اس پر بھی اس کی نظر پڑی ہے، اور دوسری آیتیں بھی پڑھی ہیں اور ساتھ ہی ادب و لغت کا بھی مطالعہ کیا ہے۔

مدیر معارف نے برزخ کے ثبوت میں آیت (پ۲ ۹) کے جس لفظ سے استدلال کیا ہے وہ فرادیٰ ہے فَرْدًا نہیں۔ قیامت کے سلسلہ میں قرآن میں کہیں فرادیٰ نہیں آیا ہے جس ایک آیت میں قیامت کے تعلق سے انہوں نے فُرادیٰ نقل کیا ہے وہ دانستہ یا نادانستہ تحریف ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ البتہ جیسا کہ اس آیت میں ہے قیامت کے سلسلہ میں فرداً کا لفظ آیا ہے، اور جناب مصنف کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ فرادیٰ چونکہ فرداً کی جمع ہے اس لیے یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں، اس لیئے قیامت کے سلسلہ میں کہیں فَرداً ہونا، گویا فرادیٰ ہونا ہے۔

قدیم مفسرین کے بیانات خواہ وہ ہمارے مخالف ہوں یا ان کے مخالف طرفین میں سے کسی کے لیے دلیل نہیں، اس لیے ادب و لغت بلکہ خود قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

فرادیٰ قطعاً جمع ہے مگر کس لفظ کی جمع ہے؟ بعضوں نے کہا کہ فرداً کی جمع ہے، کوئی کہتا ہے فرید کی جمع ہے کسی کا دعویٰ ہے کہ قاعدہ کے مطابق فردان کی جمع۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فَرْداً سے فُرادیٰ پر استدلال قطعی الثبوت نہیں بہرحال اکثروں کے نزدیک فرد کی جمع افراد اور فرادیٰ دونوں ہے، تاہم ان دونوں کے معنی اور استعمال کے مواقع میں عظیم الشان فرق ہے۔ فَرْد کی دو جمعیں ہیں اَفراد اور فرادیٰ اَفراد باقاعدہ جمع ہے اور فُرادیٰ جمع معدول ہے اور خلاف قیاس ہے جب عربی میں یہ بولا جائیگا کہ فلاں فرداً رہ گیا، یا فرداً ہوکر آئے گا، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ تنہا بے مونس و غمگسار اور بے یار و مددگار رہے یا ہو گیا، اس کے ثبوت میں ایک جاہلی عرب کا شعر اور قرآن پاک کی آیت پیش ہے۔ خالص عرب مخضرم شاعر عمرو بن معدی کرب کہتا ہے (حماسہ باب الحماسہ)۔

کَم مِن اَخٍ لِی صَالِحٍ بَوَّاتُہٗ بِیَدَیَّ لَحدًا
کتنے میرے اچھے بھائی تھے جن کو میں نے اپنے ہاتھوں قبر میں سلایا
ذَھَبَ الَّذِیْنَ اُحِبُّھُم وَبَقِیْتُ مِثْلَ السَّیْفِ فَرْدًا
جو میرے پیارے تھے وہ چلے گئے اور میں تلوار کی طرح تن تنہا رہ گیا

یعنی کوئی میرا پیارا نہ رہا،

قرآن میں حضرت زکریا کی دعا میں ہے:-

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ رَبِّ لَا تَذَرْنِي
فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ فَاسْتَجَبْنَا
لَهُۥ وَوَهَبْنَا لَهُۥ يَحْيَىٰ (انبیاء - ۶)

اور زکریا کو یاد کرو جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا اے میرے پروردگار مجھے یوں تن تنہا مت چھوڑ اور تو سب وارثوں میں بہتر ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو یحییٰ بخشا۔

اس آیت میں بھی فَرْدًا چھوڑے جانے سے یہی مقصد ہے، کہ کوئی والی وارث اور اولاد نہ ہو، خدا نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اولاد بخشی۔

اہل عرب کو ہر جاہل اور غیر متمدن قوم کی طرح بیٹوں اور اولاد کی کثرت پر بہت ناز رہتا تھا۔ کہ ان سے کنبے کی جنگی قوت تھی۔ خدا نے فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا نہ ہوگا۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا وہاں کوئی باپ بیٹے کا رشتہ نہ ہوگا، خدا کے حضور میں ہر شخص تنہا اور اپنا آپ ذمہ دار ہوگا، جس طرح حضرت زکریا نے خاندان، جماعت اور قوم کی جمعیت کے باوجود آل اولاد نہ ہونے کے سبب سے اپنے کو تن تنہا فرمایا کہ ان میں سے کسی کا ان سے محبت کا تعلق نہ تھا۔ اسی طرح قیامت میں سب انسان فوج در فوج اور انبوہ در انبوہ ہونے کے باوجود، بیگانہ افراد ہوں گے، اور ان میں سے ایک کا دوسرے سے کوئی واسطہ نہ ہوگا، کہ

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ
يَوْمَئِذٍ (مومنون ۔ ۶)

اور جب صور پھونکا جاوے گا۔ تو ان کے درمیان کوئی نسب و رشتہ نہ ہوگا۔

اب اس تفصیل کے بعد قرآن پاک کا وہ موقع پڑھیے جس میں ہر شخص کے قیامت کے دن تن تنہا اور فرد ہو کر آنے کا ذکر ہے۔ پہلے کفار کے اس دعوے کا کہ ہم صاحب مال اور صاحب اولاد ہیں اور قیامت میں بھی رہیں گے، ذکر ہے، پھر خدا کی طرف سے ان کا جواب ہے:-

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ
مَالًا وَوَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ
وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَنَرِثُهُ
مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۝

کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ ہم کو (قیامت میں بھی) مال اور اولاد ملے گی، کیا اس کو غیب کا حال معلوم ہو گیا۔ یا اس نے خدا سے عہد لے لیا ہے، ہرگز نہیں جو کچھ یہ بکتا ہے ہم اس کو لکھ لینگے اور اس کے لیے عذاب کا حصہ بڑھاتے جائیں گے" اور جس (مال و اولاد) کا یہ نام لیتا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے، اور وہ ہمارے پاس تن تنہا آئے گا۔

پھر اسی جواب کے آخر میں ہے:۔

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا (مریم۔ ۶)

اور ان میں ہر ایک قیامت کے دن تن تنہا آئے گا۔

یہ ہے اس آیت کا بیان جس میں قیامت کے سلسلے میں ہر شخص کے "تن تنہا" ہو کر آنے کا ذکر ہے، لیکن جس آیت سے معارف نے استدلال کیا تھا اس میں فُرادیٰ ہے، جو جمع معدول ہے، اس کے معنی ایک ایک کر کے ہیں جیسے مثنیٰ و ثلٰث و رُبٰع۔ ایک ایک، دو دو، تین تین، چار چار، قرآن پاک نے انہیں معنوں میں لفظ فُرادیٰ کو دوسری جگہ استعمال کیا ہے جس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے، فرمایا۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا
لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ
مِنْ جِنَّةٍ (سبا۔ ۱۲)

اے پیغمبر کہدے کہ میں تم کو نصیحت کی ایک بات کہتا ہوں کہ تم خدا کے لیے دو دو۔ اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ، پھر سوچو کہ تمہارے رفیق (یعنی پیغمبر) کو کسی طرح کا جنون نہیں،

دیکھ لیجیے! یہاں فُرادیٰ کا مقصود مال و دولت آل اولاد اور دوست احباب چھوڑ کر تن تنہا نہیں بلکہ مقصود صرف ایک ایک ہونا ہے، اسی طرح آیت زیر استدلال میں ہے

لَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ
مَرَّةٍ (۹۴/۶)

بیشک تم ہمارے پاس ایک ایک کر کے (یا ایک کے بعد ایک) اسی طرح آئے جس طرح پہلی دفعہ ہم نے تمکو پیدا کیا۔

یعنی ہر ایک تم میں ایک ایک، ایک کے بعد ایک اور اکیلا اکیلا ہو کر اسی طرح ہمارے پاس آیا جس طرح ہمارے پاس سے وہ ایک ایک، ایک کے بعد ایک اکیلا اکیلا ہو کر گیا تھا اب یہ تصویر موت کے وقت کی ہے نہ کہ قیامت کی، کیونکہ قیامت میں لوگ ایک ایک کر کے ایک کے بعد ایک اکیلے اکیلے نہیں جائیں گے بلکہ فوج در فوج جائیں گے۔ البتہ ان میں سے ہر شخص تن تنہا، اور بے یار و مددگار ہوگا، اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ عربی کے اس محاورہ کے کہ جاؤا فُرَادٰی جس کو قرآن نے استعمال کیا ہے کیا معنی ہیں سب سے قدیم لغت نویس ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ کہتا ہے:۔

وَجَآءَ القوم فرادٰی اذ اجاء واد احدًا جاء القوم فُرادٰی۔ جب لوگ ایک کے بعد ایک کر کے بعد واحدٍ۔ جمہرہ (۲۔ ص۲۵۲) آئے۔

عربی کے مستند ترین لغت صحاح جوہری میں ہے۔

وَیُقَالُ جاؤ فرادا وفُرَادٰی ای وَاحِدًا اور کہا جاتا ہے جاؤ فرادًا اور فرادٰی جب ایک واحِدًا۔ ایک کر کے آئے۔

عربی کے قدیم وسیع ترین لغت لسان العرب لابن منظور افریقی میں ہے۔

وَجَآؤ فُرَادٰی وفِرَادٰی ای واحِدًا اور جاؤا فرادٰی اور فرادا کے یہ معنی ہیں کہ ایک کے بَعد واحِدٍ بعد ایک۔

اردو کے بہترین مترجم نے جو جناب مصنف کے نزدیک بھی بہتر ہے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار" (انعام ۔۱۰)

اب غور کے قابل بات ہے کہ ایک ایک کر کے اور ایک کے بعد ایک آنا موت کے بعد عالم برزخ میں ہے، یا قیامت میں؟ ظاہر ہے کہ یہ نقشہ موت کے وقت کا اور عالم برزخ کا ہے، نہ کہ قیامت کا، ساتھ ہی اس آیت کے شروع میں صاف وصریح طور پر "موت" کے وقت کی تصریح ہے اور قیامت کا اشارہ تک نہیں،

ایک دفعہ ناظرین اس زیر بحث آیت پاک کو پھر پڑھ لیں ۔

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ وَلَقَدْ
جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ
مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ
وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمْ

اور اگر تو دیکھے جب گنہگار موت کی سختیوں میں ہوتے
ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوتے ہیں کہ نکالو اپنی
جانیں، آج تم ذلت کا عذاب دیے جاؤ گے کیونکہ اللہ
وہ بات کہتے تھے جو سچ نہ تھی، اور تم اس کی آیتوں سے
غرور کرتے تھے، اور بیشک تم ہمارے پاس ایک کر کے
آگئے جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا، اور ہم نے تم کو جو
دولت دے رکھی تھی، اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے اور ہم
تمہارے سفارشیوں کو ساتھ نہیں دیکھتے ۔

یہ پورا بیان بغیر تاویل و کج بحثی کے سراسر موت کے وقت اور برزخ سے تعلق رکھتا ہے جس کے لیے ان آیات کا حرف حرف گواہ ہے،

اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى سے جو خدا کا قول ہے قیامت کے واقعہ کا بیان ہے اور فرادیٰ کے معنی منفردین کے ہیں۔ تاہم اوپر کی آیت وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ سے برزخ کے عذاب کا جو قطعی ثبوت ملتا ہے اس کا انکار اَلْيَوْمَ کی نامربوط تاویل سے نہیں ہو سکتا، یہ فرشتوں کا قول ہے گنہگار برزخی انسان کا نہیں جن کو زمانہ کا پورا پورا احساس نہ ہوگا۔ (والسلام)

سید سلیمان ندوی
۵ ر ذیحجہ ۱۳۵۲ھ